ابوالاعلیٰ مودودی

ایک اسلامی یونیورسٹی کا نقشہ

مختلف مسلم ممالک میں اس طرح کی تجویزیں کی جارہی ہیں کہ مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں بنیادی تغیرات کیے جائیں اور ایک ایسے جدید طرز پر اسلامی تعلیم کے ادارے قائم کیے جائیں جو مسلم نوجوانوں کو اسلام کے نصب العین کے مطابق دنیا کی رہنمائی کے لیے تیار کرسکیں۔ لیکن اس سلسلے میں اب تک جتنے ادارے قائم ہوئے ہیں ان کے نقشے اور کام کو دیکھ کر عالم اسلامی کے اصحابِ فکر میں سے غالباً کوئی بھی پوری طرح مطمئن نہیں ہے۔ اس وقت درحقیقت عالم اسلامی کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ نہ تو ایک دارالعلوم یا کلیۃ شرعیہ ہے جو قدیم طرز کے علماء تیار کرے، اور نہ ایک جدید یونیورسٹی جو مغربی علوم کے ماہرین پیدا کرے، بلکہ وہ ایک ایسی جامعہ ہے جو دنیا میں اسلام کے علمبردار تیار کرسکے۔

انڈونیشیا سے لیکر مراکش تک تمام مسلمان ملکوں میں اس وقت دو طرح کے نظامِ تعلیم رائج ہیں۔ ایک نظامِ تعلیم خالص مغربی ذہن و فکر رکھنے والے اور مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگے ہوئے آدمی تیار کررہا ہے اور اسی کے تیار کیے ہوئے لوگ مسلم ممالک کی حکومتوں کے نظام چلارہے ہیں۔ انہی کے ہاتھ میں معیشت کا سارا کاروبار ہے، وہی سیاست کی باگیں تھامے ہوئے ہیں اور وہی تمدن و تہذیب کی صورت گری کررہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بالعموم دین کے علم و فہم سے عاری اور مغربیت سے مرعوب و مغلوب ہیں، اس لیے یہ دنیا بھر میں امتِ مُسلمہ کی گاڑی کو روز بروز نہایت تیزی کے ساتھ اسلام کی مخالف سمت میں لیے جارہے ہیں۔ دوسرا نظامِ تعلیم علومِ دینی کے علماء تیار کررہا ہے جو دنیوی علوم سے بالعموم ناواقف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے محض مذہبی شعبۂ حیات کی محافظت کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ یہ لوگ

دنیا میں کہیں بھی اُن قابلیتوں اور ان اوصاف سے متصف نہیں ہیں جن سے یہ زندگی کی گاڑی کے ڈرائیور بن سکیں۔ ہر جگہ یہ صرف ایک بریک کا کام دے رہے ہیں جس کا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ مقدم الذکر گروہ جس تیزی کے ساتھ امت کی گاڑی کو مخالف سمت میں لے جانا چاہتا ہے اس میں رکاوٹ پیدا کرے اور رفتار کو سست کرتا رہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر مسلمان ملک میں یہ بریک روز بروز کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے، بلکہ بعض ملکوں میں تو بدمست ڈرائیور اس بریک کو توڑ چکے ہیں اور الحاد و فجور کے راستہ پر بے تحاشا اپنی قوم کو دوڑائے لیے جا رہے ہیں۔ قبل اس کے کہ باقی مسلمان ملکوں میں وہ وقت آئے جبکہ ہر جگہ یہ بریک ٹوٹ چکا ہو، ہمیں ایک ایسا نظامِ تعلیم قائم کرنے کی فکر کرنی چاہیے جس سے بیک وقت دین و دنیا کے عالم تیار ہوں، جس سے نکلنے والے بریک کی جگہ نہیں، بلکہ امت کی گاڑی کے ڈرائیور کی جگہ سنبھالنے کے قابل ہوں، اور اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے بھی اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی مغربی طرز کے نظامِ تعلیم سے فارغ ہونے والوں کی بہ نسبت فائق تر ہوں۔

اس ضرورت کو مسلم دنیا کا کوئی تعلیمی ادارہ پورا نہیں کر رہا ہے۔ عالمِ اسلامی کے تمام اہلِ فکر پریشان ہیں کہ اگر ایسا ایک نظامِ تعلیم قائم نہ ہُوا تو امتِ مسلمہ کو دین و اخلاق کی مکمل تباہی سے کیسے بچایا جا سکے گا۔ اس طرح کا نظامِ تعلیم بنانے کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ صرف حکومتیں ہی فراہم کر سکتی ہیں۔ اور مسلم ممالک کی حکومتیں جیسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں ان کا حال کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس حالت میں میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میرے ذہن میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک تعلیمی ادارے کا جو خاکہ ہے اسے عالمِ اسلامی کے سامنے پیش کر دوں۔ شاید کہ اہلِ علم و فکر اسے پسند کریں اور دنیا کی کوئی مسلم حکومت اس کو جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو جائے، یا اللہ کچھ اہلِ ثروت و اہلِ خیر اصحاب کا سینہ اس کام کے لیے کھول دے۔

اس یونیورسٹی کے لیے میں اپنی تجاویز نہایت اختصار کے ساتھ سطور ذیل میں پیش کرتا ہوں:

۱۔ سب سے پہلی ضروری چیز یہ ہے کہ اس یونیورسٹی کا مقصد واضح طور پر متعین کر دیا جائے تاکہ اس کا سارا انتظام اسی کے لحاظ سے وضع کیا جائے، اس میں کام کرنے والے بھی اسی کو نگاہ میں رکھ کر کام کریں، اور اسے دیکھنے والے بھی اس معیار پر جانچ کر اسے دیکھ سکیں کہ وہ اپنے مقصد کو کہاں تک پورا کر رہی ہے۔ میرے نزدیک اس کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ

"وہ ایسے صالح علماء تیار کرے جو اس دورِ جدید میں ٹھیک ٹھیک دین حق کے مطابق دنیا کی رہنمائی کرنے کے لائق ہوں"

۲۔ اس کو اپنا دائرہ کار صرف علومِ اسلامیہ تک محدود رکھنا چاہیے۔ دوسرے علوم اس میں اس حیثیت سے پڑھائے جائیں کہ وہ علومِ اسلامیہ کے لیے مددگار ہوں نہ اس حیثیت سے کہ اس یونیورسٹی کو اُن علوم کے ماہرین تیار کرنے ہیں۔

۳۔ اسے لازماً ایک اقامتی یونیورسٹی ہونا چاہیے جس میں طالب علم ہمہ وقت رہیں اور اساتذہ بھی یونیورسٹی کے حدود میں سکونت پذیر ہوں۔

۴۔ اسے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے کھلا ہونا چاہیے تاکہ ہر جگہ کے طالب علم آزادی کے ساتھ اس میں آکر داخل ہو سکیں۔

۵۔ اس کا پورا ماحول ایسا ہونا چاہیے جو طلبہ میں تقویٰ اور اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنے والا اور ان کے اندر اسلامی ثقافت کو مستحکم کرنے والا ہو۔ اس کو مغربی ثقافت کے اثرات سے محفوظ رکھا جانا چاہیے تاکہ اس کے طلبہ میں وہ شکست خوردہ ذہنیت پیدا نہ ہونے پائے جو مغرب سے مغلوب اور مرعوب ہونے والی قوموں میں ہر جگہ پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے حدود میں مغربی لباس کا استعمال ممنوع ہونا چاہیے۔ اس میں طلبہ کے کھیل اور تفریحات کے لیے بھی مغربی کھیلوں کے بجائے گھوڑے کی سواری، تیراکی، نشانہ بازی، اسلحہ کا استعمال، موٹر سائیکل اور موٹر چلانے کی مشق، اور ایسی ہی دوسری تفریحات رائج کی جانی چاہییں۔ اس کے ساتھ انہیں کسی حد تک فوجی تربیت بھی دی جانی چاہیے۔

۶۔ اس کے لیے اساتذہ کا انتخاب بھی صرف علمی قابلیت کی بنا پر ہی نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کے تمام اساتذہ اپنے عقائد و نظریات اور اپنی عملی زندگی کے لحاظ سے صالح اور متقی ہونے چاہییں۔ اس جامعہ کے لیے گہری چھان بین کے بعد ایسے اساتذہ کو عالم اسلامی کے مختلف ممالک سے منتخب کیا جائے جو اعلیٰ درجہ کی علمی قابلیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے عقائد و افکار کے لحاظ سے پورے مسلمان ہوں، عملاً احکام اسلامی کا اتباع کرنے والے ہوں، اور مغربی ثقافت سے شکست خوردہ نہ ہوں۔ بلکہ میں تو یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس جامعہ کے لیے جن اساتذہ کو منتخب کیا جائے ان کے متعلق یہ اطمینان بھی کر لیا جائے کہ ان کے گھر والے بھی حدودِ شرعیہ کی پابندی سے آزاد نہ ہوں۔ اس لیے کہ جامعہ کے حدود میں اگر طلبہ کے ساتھ ایسے اساتذہ رہیں جن کے گھر کی خواتین تبرّجِ جاہلیت میں مبتلا ہوں اور جن کے گھر سے نغموں کی آوازیں بلند ہوتی رہیں تو طلبہ کو ان سے کوئی اچھا سبق نہ مل سکے گا۔

۷۔ اس کے طلبہ کو ایسی تربیت دی جانی چاہیے کہ ان میں خصوصیت کے ساتھ حسبِ ذیل اوصاف پیدا ہوں:

(الف) اسلام اور اس کی تہذیب پر فخر اور اسے دنیا میں غالب کرنے کا عزم،

(ب) اسلامی اخلاق سے اتصاف اور اسلامی احکام کی پابندی،

(ج) دین میں تفقہ اور مجتہدانہ بصیرت،

(د) تنگ نظرانہ فرقہ بندی سے پاک ہونا،

(ہ) تحریر و تقریر اور بحث کی عمدہ صلاحیتیں اور تبلیغِ دین کے لیے مناسب قابلیتیں،

(و) جفاکشی، محنت، چستی، اور اپنے ہاتھ سے ہر طرح کے کام کر لینے کی صلاحیت،

(ز) تنظیم و انتظام اور قیادت کی صلاحیتیں۔

۸۔ اس میں صرف وہ لوگ داخل کیے جانے چاہییں جو ثانوی تعلیم کے مرحلے سے

فارغ ہو چکے ہوں عرب ممالک سے آنے والے طلبہ براہِ راست اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن غیر عرب ممالک کے طلبہ اگر عربی زبان میں کافی استعداد نہ رکھتے ہوں تو ان کے لیے کم از کم ایک سال کا کورس الگ ہونا چاہیے تاکہ انہیں عربی زبان کی کتابوں سے استفادہ کے قابل بنایا جا سکے۔

۹۔ اس کی تعلیم کو ۹ سال کے تین مرحلوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ مرحلۂ اولیٰ ۴ سال۔ مرحلۂ ثانیہ تین سال۔ اور مرحلۂ ثالثہ دو سال۔

۱۰۔ مرحلۂ اولیٰ میں حسبِ ذیل مضامین کی تعلیم ہونی چاہیے اور ان کو تعلیم کی چار سالہ مدت پر مناسب طریقے سے تقسیم کر دینا چاہیے :-

(الف) عقائدِ اسلام، اس تفصیل کے ساتھ، کہ قرآن و سنت کی رو سے اسلام کے عقائد کیا ہیں، اور ان کے حق میں کیا نقلی اور کیا عقلی دلائل ہیں۔ اس سلسلے میں اختصار کے ساتھ یہ بھی بتایا جائے کہ مسلمانوں میں اختلافِ عقائد کیسے اور کس ترتیب سے رونما ہوا ہے اور اس لحاظ سے دنیائے اسلام میں اس وقت کتنے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اس درس کو بیانِ علمی کے حدود سے متجاوز نہ ہونا چاہیے اور حربِ عقائد سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

(ب) اسلامی نظامِ حیات۔ اس مضمون میں طلبہ کو پورے اسلامی نظام سے روشناس کرا دیا جائے۔ اسلام کی بنیاد کن اساسی تصورات پر قائم ہے، ان تصورات کی بنا پر وہ اخلاق اور سیرت کی تشکیل کس طرح کرتا ہے، پھر گھر اور خاندان سے لے کر معیشت سیاست اور بین الاقوامی تعلقات تک مسلم سوسائٹی کی زندگی کے مختلف شعبوں کو وہ کن اصولوں پر منظم کرتا ہے، اور اس سے پوری اسلامی تہذیب کی کیا شکل بنتی ہے۔

(ج) قرآن۔ چار سال کی مدت میں پورا قرآن مختصر تفسیر کے ساتھ پڑھا دیا جائے۔ اس کے لیے تفسیر کی کوئی خاص کتاب مقرر کرنے کے بجائے استاد کو خود کتبِ تفاسیر سے

استفادہ کرتے ہوئے اس طرح قرآن کا درس دینا چاہیے کہ طلبہ کتابِ الٰہی کا مقصود و مدعا اچھی طرح سمجھ لیں اور جو شکوک و شبہات ان کے ذہن میں پیدا ہوں وہ رفع کر دیئے جائیں۔

(د) حدیث۔ اس مضمون میں اجمالاً تاریخ علم حدیث، اور اصول حدیث، اور دلائلِ حجیتِ حدیث سے طلبہ کو ضروری حد تک آگاہ کرنے کے بعد سنن کے مجموعوں میں سے کوئی ایک کتاب مکمل پڑھا دی جائے، مثلاً منتقی الاخبار، یا بلوغ المرام، یا مشکوٰۃ المصابیح۔

(ھ) فقہ۔ اس مضمون میں تاریخ فقہ اور اصول فقہ پر ایک ایک مختصر کتاب پڑھانے کے بعد طلبہ کو فقہ کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ وہ مسائلِ فقہیہ میں مختلف فقہا کے مذاہب سے بھی واقف ہوتے جائیں، اور ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مآخذِ شریعت سے ائمہ مجتہدین نے کس طرح مسائل کا استنباط کیا ہے۔

(و) تاریخ اسلام۔ اس کا آغاز تاریخ انبیاء علیہم السلام سے کیا جائے، اور پھر خصوصیت کے ساتھ سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے دور کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھانے کے بعد، مختصراً پوری اسلامی تاریخ سے طلبہ کو روشناس کرا دیا جائے۔

(ز) علوم عمران (SOCIAL SCIENCES). خصوصاً معاشیات، سیاسیات اور سوشیالوجی۔ ان مضامین کی تعلیم کے لیے ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو اسلامی نقطۂ نظر سے تنقید کے ساتھ تعلیم دے سکیں، مغربی افکار و نظریات جوں کے توں طلبہ کے ذہن میں نہ اتار دیں۔

(ح) ادیانِ عالم، خصوصاً یہودیت، عیسائیت، بودھ مذہب، اور ہندو مذہب سے اجمالی واقفیت۔

(ط) جدید مغربی افکار کی مختصر تاریخ اور ان کے مذاہب، خصوصاً مغربی جمہوریت، اشتراکیت اور فسطائیت وغیرہ

(ی) انگریزی، جرمن، اور فرنچ میں سے کوئی ایک زبان۔

۱۰۔ مرحلہ ثانیہ میں پانچ فیکلٹیاں ہونی چاہییں۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ علم الکلام اور تاریخ۔

۱۱۔ تفسیر کی فیکلٹی میں حسب ذیل مضامین ہونے چاہییں:

(۱) تاریخ القرآن،

(۲) تاریخ علم تفسیر، اور مفسرین کے مختلف مذاہب اور ان کی خصوصیات،

(۳) اختلاف قرآت،

(۴) اصولِ تفسیر،

(۵) قرآن مجید کا تفصیلی اور گہرا مطالعہ،

(۶) مخالفین کی طرف سے قرآن پر آج تک جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا جائزہ اور ان کے جوابات،

(۷) احکام القرآن۔

۱۲۔ حدیث کی فیکلٹی میں:

(۱) تاریخ تدوینِ حدیث،

(۲) علومِ حدیث اپنے تمام شعبوں کے ساتھ،

(۳) حدیث کی امہاتِ کتب میں سے کوئی ایک کتاب تفصیلی تنقید کے ساتھ، تاکہ طلبہ کو محدثانہ طریقے پر احادیث کے پرکھنے کی اچھی طرح مشق ہو جائے،

(۴) کتبِ صحاح پر ایک جامع نظر،

(۵) حدیث پر مخالفین کی طرف سے اب تک جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا تفصیلی جائزہ اور اس کے جوابات۔

۱۳۔ فقہ کی فیکلٹی میں:

(۱) اصولِ فقہ،

(۲) تاریخ فقہ،

(۳) فلسفۂ قانونِ جدید،

(۴) رومی و ایرانی قوانین، یہودی شریعت، جدید وضعی قوانین اور اسلامی قوانین کا تقابلی مطالعہ،

(۵) فقہائے اسلام کے مختلف مذاہب اور ان کے اصول،

(۶) قرآن و سنت سے براہ راست استنباطِ مسائل کی مشق،

(۷) اہلِ سنت کے چاروں مذاہب کی فقہ۔ اور اس کے ساتھ فقہ ظاہری، فقہ زیدی اور فقہ جعفری بھی۔

۱۴۔ علم الکلام کی فیکلٹی میں:

(۱) مبادیِ منطق،

(۲) فلسفۂ قدیم و جدید،

(۳) مسلمانوں میں علم کلام کے آغاز سے اب تک کی تاریخ اور ان مذاہب کی تفصیل جو اندرونی اور بیرونی اثرات سے مسلمانوں کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔

(۴) علم الکلام کے مسائل اور ان میں قرآن و سنت کی رہنمائی،

(۵) اسلام پر مخالفین کے اعتراضات کا تفصیلی جائزہ اور اس کے جوابات،

(۶) تقابلِ ادیان۔ خصوصاً مسیحیت کی تاریخ، اور اس کے فرقوں، اور اس کے علمِ کلام کا تفصیلی مطالعہ،

(۷) مسیحی مشنریوں کا کام اور ان کے طریقے۔

۱۵۔ تاریخِ اسلام کی فیکلٹی:

(۱) فلسفۂ تاریخ، مقصد مطالعۂ تاریخ اور طرز مطالعۂ تاریخ قرآن مجید کی رو سے،

(۲) فلسفۂ تاریخ کے مختلف مذاہب ابن خلدون سے اب تک،

(۳) تاریخ عرب و شرق اوسط قبل اسلام،

(۴) تاریخ اسلام عہد نبوی سے اب تک بلحاظ فکر، اخلاق، علوم، تمدن و سیاست؛
(۵) تجدید و احیائے دین کی تحریکات؛
(۶) مسلمان ممالک پر مغربی استعمار کے غلبہ کی تاریخ اور اس کے اثرات و نتائج۔

۱۶- مرحلۂ ثالثہ میں داخل ہونے والا طالب علم مذکورۂ بالا فیکلٹیوں میں سے کسی ایک میں کسی خاص موضوع پر دو سال تک علمی تحقیق کرنے کے بعد کوئی مقالہ پیش کریگا جس کو اہلِ علم جانچنے کے بعد اسے سندِ فضیلت دیں گے۔

۱۷- اس جامعہ کے لیے ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری ہونی چاہیے جس میں جامعہ کی مذکورۂ بالا ضروریات کے مطابق وسیع پیمانے پر کتابیں فراہم کی جائیں۔

۱۸- ایک کمیٹی کا تقرر اس غرض کے لیے کیا جائے کہ جامعہ کی تعلیم کے مختلف مراحل اور شعبوں کے لیے مناسب کتابوں کا انتخاب کرے۔

۱۹- ایک اکاڈمی کا قیام اس غرض کے لیے کہ جامعہ کی ضروریات کے لیے مناسب ترین کتابیں تیار کرے۔